ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

آزادی کے بعدبہاول پورمیں اردو مرثیہ کی روایت میں نفیس فتح پوری کا حصہ

Nafees Fateh Puri's contribution to the tradition of Urdu eulogy in Bahawalpur after partition

۱۔ ڈاکٹر منیر احمد، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو،گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، خان پور
۲۔ محمد یوسف نون، لیکچرر، شعبہ اردو و اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور(رحیم یار خان کیمپس)
۳۔ محسن خان، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

ABSTRACT:
This article contains the definition of elegy, the history of elegy in Arabic, Persian and Urdu languages and the tradition of elegy writing in Bahawalpur. Among the elegiac writers in Bahawalpur, Agha Sikandar Mehdi was the first to maintain the tradition of elegies, then Gulzar Nadim Sabri, Habib Mohammad Habib, Masood Hasan Shahab carried forward the elegiac tradition. Nafees Fatehpuri added more colors to the Urdu elegy. Where the poets of Bahawalpur brought the elegies to the peak, they also have their place in modern elegies. Elegy in simple language and incorporating all elements of elegies into their elegies gives them a unique position in the elegiac genre.
KEY WORDS: Nafees Fatehpuri, Agha Sikandar Mehdi, Masood Hasan Shahab, Habib Mohammad Habib, Gulzar Nadim Sabri, Bahawalpur, Urdu Martia, Hali, Syed Abid Ali Abid, Waheed ul Hasan Hashmi.

ملخص:
یہ آرٹیکل مرثیہ کی تعریف، عربی، فارسی اور اردو زبان میں مرثیہ کی تاریخ اور بہاول پور میں مرثیہ نگاری کی روایت پر مشتمل ہے۔ بہاول پور میں مرثیہ نگاروں میں سب سے پہلے آغا سکندر مہدی مرثیہ کی روایت کو برقرار رکھا پھر گلزار نادم صابری، حبیب محمد حبیب، مسعود حسن شہاب نے مرثیہ کی روایت کو آگے بڑھایا۔ نفیس فتح پوری نےاردو مرثیہ میں مزید رنگ بھر دیے۔ جہاں بہاول پور کے شعرا کرام نے مرثیہ کو عروج پر پہنچایا وہاں جدید مرثیہ نگاری میں بھی اپنا مقام رکھتے ہیں۔ آسان زبان میں مرثیہ کہنا اور مرثیے کے تمام اجزاء اپنے مرثیوں میں شامل کرنا, مرثیہ نگاروں کی صنف میں انہیں انفرادی مقام دلاتی ہے۔
کلیدی الفاظ: نفیس فتح پوری، آغا سکندر مہدی، مسعود حسن شہاب، حبیب محمد حبیب، گلزار نادم صابری، بہاول پور، اردو مرثیہ، حالی، سید عابد علی عابد، وحید الحسن ہاشمی

مرثیہ اردو شاعری کی ایسی صنف ادب ہے جس میں تقریباً سبھی اصنافِ سخن کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ مرثیہ میں انسانی رشتوں اور تعلقات کی ترجمانی اور حق و باطل کی جنگ، غزل کی سادگی، قصیدے کی شان و شوکت، رزم بزم کی مرقع کشی، مثنوی کا انداز بیان، فطرت نگاری، سبھی کچھ موجود ہوتا ہے۔ مرثیہ کا مفہوم مختلف ممالک میں مختلف رہا ہے۔ اگر ہم اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں لفظ مرثیہ، رثا، نوحہ وغیرہ کی تاریخ دیکھیں تو ہمیں لفظ مرثیہ کے متعلق مختلف آراء ملیں گی۔

مولانا الطاف حسین حالیؒ کے بقول:-

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

’’مرثیہ کا اطلاق ہمارے ہاں زیادہ تر شہدائے کربلا اور خاص کر جناب سید الشہداء کے شہید ہونے پر برتا ہے۔‘‘(۱)

زین العابدین مرثیے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

’’رثا‘‘ ان اشعار کو کہتے ہیں جن میں مرنے والوں کا ماتم کیا جائے---- اور آئمہ اطہار خاص طور پر حضرت سید الشہدا کے مصائب کا ذکر ہو۔ ان کے مناقب و فضائل بیان کیے جائیں۔‘‘(۲)

ایک معیاری مرثیے میں درج ذیل اجزاء شامل ہوتے ہیں جن میں چہرہ، سراپا، رخصت، آمد، رجز، رزم و بزم، شہادت، ماتم، دعا شامل ہیں۔مرثیے کی عمومی تین اقسام ہوتی ہیں:۔

۱۔ رثائے شریفائی و رسمی
۲۔ رثائے شخصی و خانوادگی
۳۔ رثائے مذہبی

مرثیے کی اگر عرب کی روایت پر نظر دوڑائیں تو عرب میں چونکہ شاعری کی ابتداء اظہار جذبات سے ہوئی تھی۔ اس لیے سب سے پہلے شاعری کی ابتداء مرثیہ سے ہوئی تھی جو سب سے قوی تر جذبہ کا مظہر ہے۔ مرثیے عین اس حالت میں لکھتے جاتے ہیں جب شاعر کا دل درد و غم سے لبریز ہوتا تھا۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔

’’عرب میں جو فارسی اور اردو کا سرچشمہ ہے، شاعری کی ابتداء مرثیہ سے ہوئی اور یہی ہونا چاہیے تھا۔ عرب میں شاعری کی ابتداء بالکل فطرت کے اصول سے ہوئی۔‘‘(۳)

فارسی شاعری کی بنیاد تکلف اور آورد پر قائم ہوئی۔ اس لیے شاعری کی وہ انواع جن کو جذبات سے تعلق تھا، پستی کی حالت میں آگئی۔ تاہم چونکہ آغاز میں ہر چیز میں فطرت کا اثر پایا جاتا ہے اسی لیے فردوسیؔ، فرخیؔ وغیرہ کی شاعری میں جابجا جذبات کا اظہار بہت خوبی کے ساتھ نظر آتا ہے۔ اسی زمانے میں سلطان محمود کی وفات پر فرخیؔ نے مرثیہ لکھا جو نہایت درد انگیز تھا۔ اس دور کے بعد بہت کم مرثیے لکھے گئے جو لکھے گئے وہ صرف رسمی مرثیے تھے جن سے شاعری کی تمام اقسام پر قدر ہونے کا اظہار مقصود تھا۔ البتہ شیخ سعدی اور امیر خسرو کے وہ مرثیے بہت مشہور ہیں اور چونکہ دل سے نکلے ہیں۔ اس لیے حیرت انگیز اور درد انگیز ہیں لیکن چونکہ اس وقت کی عیش و طرب کی مجالس غزل کے ترانوں سے گونج رہی تھیں ۔ اس لیے ان کا اثر عام ہوا۔

اس کے بعد صفریہ اور تیموریہ دور آیا تو شاعری نے ایک دوسرا قالب اختیار کیا اور سنائیؔ، نظریؔ اور عرفیؔ کی زور آور یوں نے پرانی بنیادیں مٹا کر نئی عمارتیں قائم کیں۔ اس کے بعد متعشمؔ و مقبلؔ نے فارسی مرثیہ کو بام عروج بخشا۔ اس کے بعد فارسی شاعری میں ایک خاص گروہ پیدا ہوگیا۔

اردو میں مرثیہ گوئی کی روایت کے بارے میں عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:۔

’’اردو ادب کی اکثر اصناف کی طرح مرثیہ گوئی کا آغاز بھی دکن میں ہوا۔‘‘(۴)

جب کہ حامد حسن قادری لکھتے ہیں:-

’’محمد قلی قطب شاہ غالباً سب سے پہلا مرثیہ گو بھی ہے۔ اس کی غزلیات، قصائد و مثنویات میں مرثیے بھی شامل ہیں۔ اس کی تقلید میں شعرائے بیجاپور نے بھی شاہان بیجاپور اور ابراہیم عادل شاہ ثانی اور عادل شاہ کے زمانے میں مرثیے لکھے۔‘‘(۵)

نصیر الدین ہاشمی کے بقول:-

’’اردو کا سب سے قدیم مرثیہ گو مُلا وجہی ہے۔ ا سکے یہ اشعار بطور نمونہ ملتے ہیں۔ ۔

حسین کا غم کرو عزیزاں
انجوں نین سوں جھڑو عزیزاں
بنا جو اول، ہوا ہے غم کا
عرش لگن رو ہر سمت بلدیا(٦)

نفیسؔ فتح پوری کا پورا نام سید انصار حسین نفیسؔ ہے۔ وہ ۱۹۱۰ء قصبہ ایرایاں سادات ضلع فتح پور والی ہسوہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۹ء کے بعد ریلوے میں ملازم ہو گئے۔ (۷) ۱۹۴۷ء کو پاکستان آگئے۔ نفیسؔ فتح پوری کے والد کا نام سید اسناد حسن تھا۔ ریاست کوئٹہ میں نفیسؔ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور قیام پاکستان کے بعد وہ سمہ سٹہ میں مقیم ہوئے۔ سمہ سٹہ میں آپ کا قیام ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۹ء تک رہا۔ جہاں بحیثیت وائرلیس آپریٹر تھے(۸) انہوں نے اس عرصے میں سمہ سٹہ جیسی چھوٹی سی آبادی میں مذاق سخن کو فروغ دیا اور کئی اچھے مشاعرے منعقدکرائے۔ بہاول پور کی ادبی اور شعری محفلوں میں نفیسؔ فتح پوری وقتاً فوقتاً شریک ہوتے رہتے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں ریٹائرڈ ہو کر کراچی چلے گئے۔(۹) نفیسؔ فتح پوری نے یوں تو ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی لیکن ان کے جوہر مرثیہ میں کھل کر سامنے آئے۔ انہوں نے محض مرثیے تخلیق نہیں کئے بلکہ ان کا اختصاص یہ ہے کہ انہوں نے جدید مرثیے کو فروغ دیا۔ جنوبی پنجاب میں اردو مرثیے کو زوال سے بچانے والوں میں نفیسؔ فتح پوری کا نام سرفہرست ہے۔

شعر و ادب میں ایسے واقعات زیادہ اہم قرار پاتے ہیں۔ جو انسان کی اجتماعی زندگی اور معاشرت پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ واقعہ کربلا محض ایک تخیلی داستان نہیں بلکہ اس واقعے میں معاشرت کے اعلیٰ اقدار مل جائیں گے۔ یہی سبب ہے کہ دوسرے تاریخی واقعات کی نسبت واقعہ کربلا نے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ حق گوئی اور مظلومیت کے خلاف جہاد کرنا، یہ ایسے اعلیٰ اقدار ہیں جنہوں نے نہ صرف یہ کہ معاشروں کو متاثر کیا بلکہ اس کے اثرات ادب و شعر میں بھی مرتسم ہوئے۔(۱۰) یہی سبب ہے کہ اعلیٰ قدروں کی ترویج کے لئے کربلا کو استعارہ بنایا گیا (۱۱)اور ان اشعاروں اور تلازموں سے نہایت عمدہ اور گراں قدر شہ پارے تخلیق کئے گئے۔(۱۲،۱۳)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

بالعموم یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ واقعہ کربلا نے مختلف اصناف شعر و ادب کو متاثر کیا بطور ثبوت غزل، رباعی، داستان، افسانہ، مثنوی، ناول، ناولٹ اور دیگر اصناف میں سے چیدہ چیدہ مثالیں پیش کی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ واقعہ کربلا نے محض شعر و ادب ہی کو متاثر نہیں کیا بلکہ اردو شاعری کو متعدد اصناف سے مالا مال بھی کیا۔ سلام، نوحہ اور مرثیہ کا بغور مطالعہ کیجئے اور اس سوال کا کھوج لگائیے کہ کیا واقعہ کربلا کے بغیر ان اصناف کا ظہور میں آنا ممکن تھا۔

واقعہ کربلا کا یہ فیضان ہے کہ اس نے ایک سطح پر تو انسان کا تعلق خدا سے اور دوسری سطح پر انسان کا تعلق اعلیٰ تر معاشرتی اقدار سے جوڑ دیا ہے۔ عصر حاضرمیں ایسے شعرا کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جو ان اصناف کے حوالے سے معاشرے میں مثبت اقدار کو فروغ دینے میں مصروف ہیں اور مرثیہ گو شعرا کی ایک تعداد اس جہان فانی سے کوچ کر چکی ہے۔ ان میں سے ایک نفیسؔ فتح پوری بھی ہے جو تقریباً نصف صدی سے مذکورہ اصناف کی آبیاری اپنے خون جگر سے کر رہے تھے انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے واقعہ کربلا کے مختلف پہلوؤں کو جس طرح اُجاگر کیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ موصوف نے واقعہ کربلا کے اعلیٰ اخلاقی اقدار کو معاشرے میں رائج کرنے کا قابل قدر فریضہ انجام دیا ہے اور اسی باعث ان کا کلام نوجوان نسل کے لئے قابل تقلید نمونہ اور مشعل راہ ہے۔

نفیسؔ فتح پوری کے دستیاب مرثیے چار ہیں جو ان کے مجموعہ کلام ''افکار نفیس'' میں شامل ہیں۔جو ان کے مراثی کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ میں نعت، منقبت، سلام اور مرثیے شامل ہیں۔ یہ مجموعہ ان کی عبادت بھی ہے اور فن بھی ہے فلسفہ بھی اور مشغلہ بھی۔ انھوں نے اپنی عقیدتوں کو فن کے ذریعے نکھارا اور سنوارا ہے۔ اپنے فلسفہ زندگی کو چند انسانی پیکروں کی صورت میں جان اور پہچان کر ان ہستیوں کو اپنی محبتوں اور امیدوں کا محور بنایا ہے اور اپنے تمام مصائب میں ان ہی کو سہارا اور دردوں کا مداوا سمجھا ہے۔ گویا زندگی لاحاصل کا یہی ایک حاصل ہے جس کو انہوں نے شہرت کی خاطر نہیں بلکہ اپنی ہم مذاق طبیعتوں کی روحانی اور وجدانی ضیافت کے لئے پیش کیا ہے۔ اس مجموعہ میں ہمیں ان کی طبیعت کا عجز و انکسار بھی ملے گا اور شاعرانہ تعلی کے بجائے یہ افتخار بھی ملے گا کہ دربار رسالت کا ایک ''ادنیٰ سائل ہوں، باب علم کا میں شاد کام ہوں'' اس مجموعہ میں یہ تمنا ملتی ہے کہ انھیں دولت و ثروت کی حرص نہیں بس اُس دروازے سے قوت ادراک و آگہی نصیب ہو تخیل شعور کے سانچے میں ڈھل جائے، دیدار سے آنکھیں مشرف ہوں، دم واپسی انہیں کا نام لب پر ہو، شراب معرفت میں ان کا بھی حصہ ہو یہی مدح سرائی اور عزاداری جو عین عبادت ہے مغفرت کا سامان بن جائے۔ اس مجموعہ میں ہمیں شفق و قوس قزح، شام و سحر، لیل و نہار، تصویر کشی اور رنگ و نور کی خلا نظر رنگینیاں بھی ملیں گی، اس حسن بے نہایت کا راز لولاک لما میں ہے۔

نفیس ؔفتح پوری نے کہیں طویل اور کہیں چھوٹی بحریں استعمال کی ہیں کبھی بہت مشکل قافیہ اور ردیف استعمال کیں اور پتھر سے پانی نکالا ہے۔ اکثر ایسے مضامین نکالے ہیں جہاں دل کا درد اور فنی حسن ایک دوسرے کاساتھ دیتے ہیں الفاظ کا استعمال ایک رچی ہوئی تہذیب کی نشان دہی کرتا ہے۔

اب رہی شاعرانہ صداقت اور شاعرانہ حسن کی بات تو اس سے مراد ایک طرف تو شاعر کا وہ شعور فن ہے جس کی بنیاد عالمگیر صداقتوں پر ہوتی ہے اور دوسری طرف وہ اپنی فکر سے ذہنی رویوں کو ایک ایسا خوبصورت قالب عطا کرتا ہے۔ جو اس کی تخلیق کی تکمیل بھی کرتا ہے اور اسے جذبہ و کشش اور لفظ و معانی کا خوبصورت آہنگ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس ضمن میں بھی نفیس فتح پوری کو اپنی ذمہ داریوں کا پورا احساس تھا اور انہوں نے شعری تخلیق کے اس مرحلے میں بھی کمال مہارت اور چابکدستی کا ثبوت دیا ہے۔ اپنے ذوق شعر گوئی کے متعلق نفیسؔ فتح پوری رقم طراز ہیں۔

’’اپنے ذوق شعر گوئی کے متعلق صرف یہ جانتا ہوں کہ مجھے اپنے لڑکپن ہی سے اس کا شوق تھا اور اکثر اپنی درسی کتابوں کے منظوم حصوں پر میں اشعار انہیں زمینوں میں لکھتا کبھی کبھی اس حسین جرم کی پاداش میں سرزنش بھی ہوئی رفتہ رفتہ شعر گوئی کی صلاحیت بڑھنے لگی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ میرا کلام ’’ہربرٹ کالج میگزین‘‘ میں اشاعت پذیر ہونے لگا۔ میں اس زمانے میں ناشادؔ تخلص کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب میری نظم ’’اتحاد‘‘ کالج میگزین میں چھپی تو عجیب واقعہ پیش آیا ہمارے فارسی کے پروفیسر مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم دہلی کے قریب کے ایک قصبے چکول کے رہنے والے تھے میں جب ان کے پیریڈ میں گیا تو موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ کیا جناب کو کسی معاملے میں ناکامی ہوئی ہے۔ جو ناشادؔ تخلص فرمایا ہے--- اس کے بعد تین چار سال تک کوئی شعر نہ کہا لیکن جراثیم شاعری روح میں پیوست تھے پھر شاعری شروع کر دی مگر تخلص رکھا نفیسؔ۔‘‘(۱۴)

اُردو شاعری میں تنقید حیات کے پہلو کو حالیؔ اور اقبالؔ نے خصوصی اہمیت دی۔ چنانچہ اردو شاعری میں وہ رجحانات عام ہوئے جنہیں جدت سے تعبیر کیا گیا۔ شعر کے معنوی امکانات میں بے پناہ اضافہ ہوا اور اردو غزل اپنی روایتی ڈگر سے ہٹ کر بے شمار نئی پگڈنڈیوں پر چل پڑی۔ نفیسؔ فتح پوری کا تعلق اگرچہ روایتی شاعری کے مکتب فکر سے قائم ہوا لیکن انہوں نے اپنے فکری ارتقاء میں شاعری میں تنقید سمجھنے کے رجحانات سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔

اسلوب کا نیا پن بھی تخلیق کے زمرے میں آتا ہے۔ کیونکہ یہ بات کرنے کا سلیقہ ہی تو ہے جوبات میں زورثا پیدا کرتا ہے یا زور و اثر سے محروم کر دیتا ہے۔ ایک صاحب طرز شاعر کی حیثیت سے نفیسؔ کو اسلوب اور انداز اظہار پر جو حاکمانہ قدرت حاصل ہے وہ انہیں اپنے ہم عصروں میں ایک ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔ اسلوب کی اثر آفرینی کے حوالے سے اگر شعری ادب کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ

تخلیقی اعتبار سے مضمون یا نئے خیال کی جو اہمیت ہے اس سے کہیں زیادہ اہم حیثیت اسلوب کو حاصل ہے۔ اُردو شاعری میں اکثر و بیشتر الفاظ اور اصطلاحات غزل کے مزاج سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہو چکے ہیں۔ مثال کے طور پر شمع گل و سحر، ظلمت بہار خزاں، ایسے الفاظ ہیں جو تشبیہ و استعارہ کے حوالے سے اشعار کی زینت بنتے رہے ہیں۔ حسن محبوب کو شمع سے یا شمع کو حسن محبوب سے نسبت دینا ایک قدیم روایت چلی آتی ہے۔ لیکن اس روایت کو جب شاعر ایک مخصوص اسلوب اور انداز بیان عطا کرتا ہے تو باوجوہ اس کے کہ بنیادی خیال ایک ہی ہوتا ہے اسلوب کے الگ الگ ہونے کے باعث زور و اثر میں فرق آتا چلا جاتا ہے۔ نفیسؔ فتح پوری کی شاعری کو ان کے مخصوص اسلوب اور انداز بیان کے حوالے سے پرکھا جاسکتا ہے۔ ان کے ہاں سنگلاخ زمین، ردیف و قافیہ کا فنکارانہ استعمال اور فن شعر کا رکھ رکھاؤ ملتا ہے۔ قدیم اساتذہ کی طرح لکیر کے فقیر نہیں ہیں بلکہ شاعری کے میدان میں ندرت خیال، تنوع اور نئے تجربات کے قائل ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے قدیم روایات میں نئی روح پھونکی ہے قدیم کو جدید سانچوں میں بھی ڈھالا ہے۔

شاعر اپنے ماحول سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ معاشرہ اس سے اور وہ معاشرے سے اثر لیتا ہے۔ نفیسؔ فتح پوری علم و ادب کی سرزمین کو خیرباد کہہ کر پاکستان آئے اور یہاں بھی ایک چھوٹے سے قصباتی شہر سمہ سٹہ میں قیام کیا۔ جہاں ادب کا سرے سے نام ہی نہ تھا اپنے نشہ طبعی کے لئے انہوں نے مذاق سخن کو فروغ دیا اور اسی پیاس کو کم کرنے کے لئے بار بار بہاول پور تشریف لے جاتے۔ یہاں کی نواب پرستی اور چولستانی تہذیب و ثقافت سے بھرپور بہاول پور شہر نے جو اُس وقت ریاست بہاول پور کا صدر مقام تھا نفیس فتح پوری کے مزاق سخن پر گہرا اثر چھوڑا۔ رہی سہی کسر انہوں نے ریلوے میں ملازمت کرتے پوری کر لی۔ مسافروں کی آمدورفت نے نفیسؔ فتح پوری کی حساس شاعرانہ طبیعت پر بہت گہر اثر چھوڑا۔ سمہ سٹہ یوں تو ایک قصباتی شہر ہے۔ لیکن یہ پاکستان کے چند بڑے ریلوے اسٹیشنوں میں سے ہے۔ ملک کی تقریباً تمام گاڑیوں کا یہاں لازماً سٹاپ ہوتا ہے شاعری کی حساس طبیعت نے یقینا ان مسافروں سے اثر لیا ہو گا اور فتح پور اور بہاول پور کی تہذیب و ثقافت میں جو فرق انہوں نے محسوس کیا اسے صفحہ قرطاس پر اپنے منفرد اسلوب میں بیان کر دیا۔ پھر پاکستانی عوام اور ہندوستانی عوام کی زبان و رویے بھی ان کی شخصیت پر اثرانداز ہوئے۔

اس میں مبالغہ نہیں اور نہ ہی یہ مجہول دعویٰ ہے کہ مرثیہ سے بڑھ کر کوئی مزاحمتی ادب نہیں۔ آج کل مزاحمتی ادب کا بہت دور دورہ ہے۔ اس کی ادبی قدروقیمت کے حوالے سے نت نئے مباحث سامنے آتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ فارسی اور اردو شاعری میں مزاحمتی ادب مرثیے کی شکل میں صدیوں سے موجود ہے۔ مرثیہ کی صنف یوں تو واقعہ کربلا سے منسلک ہے۔ اور بادی النظر میں اس صنف کے ذریعے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ماضی کا واقعہ ہی سامنے آتا ہے۔ لیکن حقیقتاً ماضی کے حوالے سے یہ ہر ظلم و ستم اور ہر یزیدیت کے خلاف موثر ترین آواز کی حیثیت رکھتی ہے۔

مرثیے کی صنف کرب و بلا کی کیفیات کا بیان اور عظیم شہداء سے عقیدتوں کا اظہار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی کو جور و جبر سے آزاد کرانے کی خلاقانہ کاوش بھی ہے۔ جو ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ اردو میں یہ صنف فارسی سے آئی۔ فارسی ادب میں یہ روایت بڑی مستحکم تھی کہ ہر شاعر بلاتخصیص مسلک مرثیہ کہتا تھا۔ اور شہدائے کربلا کے حضور اپنی عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرتا تھا۔ اردو میں اولاً دکنی شعراء اور بعداً شعراء شمالی ہند نے یہ روایت اپنائی۔ وہ حمد و نعت کے ساتھ ساتھ شعراء کی منقبت کہتے تھے۔ قصائد میں اکثر اور مراثی میں ہمیشہ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول کے ساتھ شہداء کی منقبت لکھی جاتی رہی۔ غالبؔ و سوداؔ کے قصائد اور ان کے مراثی خلیقؔ، ضمیر، میرانیسؔ، مرزا دبیرؔ کے مرثیے حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول کے ساتھ منقبت اہل بیت اطہار علہیم السلام سے پُر ہیں بعدمیں میر نفیس، ؔپیارے صاحب رشیدؔ اور مرزاوجؔ نے اپنے مراثی میں مدح اہل بیت کا حق ادا کیا علاوہ بریں جوشؔ ملیح آبادی، آل رضاؔ، نسیمؔ امروہوی، نجمؔ آفندی، جمیلؔ مظہری نے آغاؔ سکندر مہدی اور صفدر حسین نے بھی مرثیے کہے۔ اکثر و بیشتر کیا بلکہ تقریباً سب کے سب مرثیہ گو حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول سے اپنے مرثیے کا آغاز کر کے منقبت اہل بیت اطہار کہتے رہے۔ مفکر اسلام ڈاکٹر محمد اقبالؔ نے بھی جہاں سیدنا حضرت محمد ﷺ کی مداحی میں انتہائی گہری عقیدت اور بے پناہ خلوص و محبت کا اظہار کیا ہے۔ وہاں اہل بیت اور شہدائے کربلا کی مدح میں اسی بے پایاں عقیدت، گہرے خلوص اور پُرجوش محبت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ فارسی، اردو کے تمام باکمال شعراء نے اہل بیت اطہار پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے ہیں۔ چونکہ نفیسؔ فتح پوری بھی ایک عظیم شاعر تھے۔ لہٰذا انہوں نے بھی حمد، نعت، سلام، قصیدہ اور مرثیے کے سینکڑوں اشعار لکھ کر اہلِ بیت اطہار کے ساتھ اپنی بے پناہ عقیدت، انتہائی پُرخلوص اور پُرجوش محبت کا ثبوت دیا۔

نفیس ؔفتح پوری کا خصوصی کلام مشتمل برحمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول، سلام رسول و حسن قصائد مصطفیٰ، اہل بیت اور مراثی اہل بیت زیور طباعت سے آراستہ ہو کر ''افکار نفیس'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اگرچہ یہ مجموعہ ضخیم نہیں ہے تاہم معیاری، استادانہ، بلند قدر اور گراں مایہ ہے۔ ان کی منقبتوں اور مرثیوں کے بعض مصرعے بھی ایسے ہیں جو کہ آئندہ ضرب المثل کی حیثیت سے مشہور ہوں گے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیے۔

ع انکار سے حسینؑ کے عالم بدل گیا(۱۵)

ع یہ جنگ پانی پہ چھڑے یہ ہمیں منظور نہیں(۱۶)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ع متاع زیست کو اسلام پر نثار کرو(۱۷)

نفیس فتح پوری نے اپنے مراثی میں روایتی اثر انگیزی اور زور بیان کو برقرار رکھا جو مرثیے کے خدوخال کا حصہ ہیں۔ اسی سے مرثیے سننے یا پڑھنے والا روحانی طور پر کرب و بلاکی کیفیات اپنے آپ پر محسوس کرنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو اور جسم سے روح نکلنے لگتی ہے۔

جنگ اکبر کھڑے دیکھ رہے تھے شبیرؑ
کھل اٹھا چہرہ کبھی ہو گئی حالت تغیر
پردہ در سے لگی پاس کھڑی تھی ہمشیر
ناگہاں زرد ہوا چہرہ شاہ دل گیر
ہائے اکبر کی صدا سُن کے لب سرور سے
بے ردا زینبؑ مضطر نکل آئی در سے (۱۸)

شہ کے حرم میں صبح سے اک حشر تھا بپا
ششدر، تباہ حال، پریشاں ہر ایک تھا
صبر آزما تھا کتنا یہ رخصت کا سلسلہ
واپس نہ آیا لوٹ کے میدان میں جو گیا
اب خود بڑھے حسینؑ شہادت کے واسطے
خیمے میں آئے آخری رخصت کے واسطے (۱۹)

نفیسؔ فتح پوری کے مرثیے، ہیت، انداز اور موضوع کی پیش کش کے اعتبار سے مکمل طور پر روایت سے وابستہ ہیں۔ یہ مرثیے کی روایت کو آگے تو نہیں بڑھاتے البتہ روح عصر کو اپنے بیان سے ہم آہنگ کر کے اس روایت کو استحکام ضرور بخش رہے ہیں۔ نفیسؔ کے مرثیوں میں جہاں رفقائے حسینؑ کی مشکلات اور فوج شام کی ستم آرائی کا پُرسوز تذکرہ ہے۔ وہاں دور حاضر کے عذابوں اور ظالموں کی شقاوتوں کا بیان بھی ہے۔ جبھی تو وہ پھر کسی حیدرؑ، پھر کسی عباس علمدارؑ اور پھر کسی حسینؑ عالی مقام کے منتظر ہیں۔

دنیا میں ہر نفس ہے بپا ہے ایک انقلاب
محفوظ اس کی زد سے ہے ذرہ نہ آفتاب
ہر شے ہے بے ثبات یہاں صورت جناب ہے

دنیائے آب و رنگ ہے دراصل اک سراب
ہر چیز انقلاب کے سانچے میں ڈھل گئی (۲۰)
بس دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بدل گئی

کانٹا بھی گل بھی، شعلہ و شبنم بھی آدمی
شیطان صفت بھی نازش آدم بھی آدمی
ناسور جسم زیست بھی مرہم بھی آدمی
قہر و غضب بھی خلق مجسم بھی آدمی
کیا طرفہ خوب و زیست کا یہ امتزاج ہے
کوئی ہے اہرمن، کوئی یزداں مزاج ہے (۲۱)

نفیسؔ کے مرثیوں میں صرف آنسو نہیں ہیں بلکہ دعوت عمل بھی ہے حسینیتؓ کو زندہ کرنے کی تاکید بھی ہے۔ اور حق کی خاطر قربانی کا درس بھی ہے۔

صف بستہ باوفا جو تھے آگے امام کے
سینہ سپر کئے ہوئے دشمن کے سامنے
تیروں کی زد میں آکے کئی کام آگئے
اللہ رے دیں پناہیاں اللہ رے حوصلے
پروانہ وار شاہ ہدیٰ پر نثار تھے
اہل نظر تھے نور خدا پہ نثار تھے (۲۲)

دل مطمئن ہر ایک کا ذکر الٰہ میں
مقصد قدم قدم پہ ہے پیہم نگاہ میں
رنج و الم قبول ہے سب حق کی راہ میں
خوش ہے اطاعت شاہ گردوں پناہ میں
فرزند مصطفیٰ کا ہر اک ہم خیال ہے
ظالم کے آگے سر یہ جھکائیں محال ہے (۲۳)

نفیس ؔفتح پوری کے ہاں بہت سے بند میر انیسؔ کی زمین میں دکھائی دیتے ہیں نفیسؔ میرانیسؔ سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کے کلام میں سے نمونہ کے طور پر ایک بند ملاحظہ فرمائیے۔

لیلائے شب نے کی جو مرتب کتاب صبح
عالم میں ہر طرف ہوا جاری نصاب صبح
چھیڑا طیور نغمہ سرا نے رباب صبح
ہر ذی حیات ہونے لگا فیضیاب صبح

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ہے شش جہت میں نور شہ مشرقین کا
میدان کربلا میں ہے جلوہ حسینؑ کا (۲۴)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آج کے مسلمان نے تمام معاملات کو صرف رسم بنا لیا ہے۔ ایسی رسم جو اصل میں روح سے عاری ہے۔ عیدالاضحی پر جانور کی قربانی تو کی جاتی ہے لیکن اس کے درس سے ہماری زندگیاں اثر پذیر نہیں ہوتیں۔ عبادت کی جاتی ہے لیکن عام زندگی پر عبادت کے اثرات ناپید ہیں۔ اسی طرح غم حسینؑ بھی منایا جاتا ہے لیکن امام مقام کی قربانی سے ہم اپنے باطن میں وہ آگ نہیں سُلگا پاتے جس کے بغیر مرگ یزید اور حیات اسلام ممکن نہیں۔

نفیسؔ نے مسدس ہیت میں چار مکمل مرثیے لکھیْ جن کے بندوں کی تعداد بالترتیب ۴۷۔۱۰۶، ۸۷، ۶۲ ہے۔ مسدس ہیت کے بند میں تدریجی تسلسل قائم نہیں رکھامرثیے کے فنی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ مگر مرثیے کے اجزاء کو تسلسل کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا مثال کے طور پر مرثیہ نمبر۲ میں حضرت امام حسینؑ خیمے میں آتے ہیں، ماتم و بین جاری ہے۔ حضرت امام حسینؑ سب بیبیوں سے اجازت لیتے ہیں ۔پھر ان کی رخصت اور آمد میدان کار زار کا نقشہ کھینچا ہے۔ حالانکہ ماتم و بین مرثیے کے اجزاء ترکیبی کے لحاظ سے آخر میں ہونا چاہئے تھا۔

نفیسؔ فتح پوری نے یہ مرثیے آغاؔ سکندر مہدی کی فرمائش پر لکھے۔ آغاؔ سکندر مہدی نے ''حیدری کلب'' بہاول پور کی بنیاد پر رکھی اور اہل قلم سے مرثیے لکھوائے ''حیدری کلب'' نے سب سے پہلے جس شاعر کو مرثیے لکھنے پر مجبور کیا وہ شہابؔ دہلوی تھے اور دوسرا بڑا شاعر جو ان کے ہاتھ لگا وہ یہی نفیسؔ فتح پوری تھے۔ بقول ڈاکٹر سید اسد اریب:

''آغاؔ سکندر مہدی اور میں نے بہاول پور میں ''حیدری کلب'' کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ بہاول پور کے اہل قلم لوگوں کو مرثیہ لکھنے کی دعوت دی جائے۔ خاص طور پر ان حضرات کو دعوت دی جائے جو مرثیہ لکھنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ چنانچہ اس حوالے سے ہمیں سب سے پہلا جو شاعر ملا وہ شہابؔ دہلوی تھے۔ جنھوں نے اپنے مراثی کا مجموعہ ''موج نور'' کے نام سے شائع کرایا اور دوسرا بڑا نام نفیسؔ فتح پوری کا ہے جنھوں نے ''افکار نفیس'' کے نام سے اپنا مراثی کا مجموعہ شائع کیا۔ دونوں زورآور شاعر تھے۔ ''حیدری کلب'' کے زیر اثر ملتان میں بھی مرثیہ لکھا گیا۔''(۲۵)

اس کے باوجود نفیسؔ کے مرثیے فن مرثیے پر پورے اترتے ہیں۔ انہوں نے میرانیسؔ کے بجائے آغاؔ سکندر مہدی کا تتبع کیا۔ ان کے مرثیے حمد و نعت سے شروع ہوتے ہیں۔ ان کے مرثیوں میں بھی وہ نیرنگی خیال ہے جو آغاؔ سکندر مہدی کے مرثیوں میں ہے۔ خاص طور پر ان کے مرثیوں کے بندوں کی تعداد بہت کم ہے۔

نفیسؔ کے مرثیے میں حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول، سراپا و مدحت، فوج شام کے مقابلے میں صف آرائی، واقعات جنگ، محذرات عصمت کی بے چینی اور اضطراب،

حضرت عباسؓ، قاسمؓ، اکبرؓ اور اصغرؓ کی شہادتیں، حضرت امام حسینؓ کی میدان کارزار میں تشریف آوری، ان کا رجز،گھوڑے کی تعریف، سخت معرکہ آرائی کے بعد شہادت اور آخر میں ماتم یا بین کا پُرتاثیر شعر اور پھر ایک ایک بند دُعا کا ملتا ہے ان کے مرثیوں میں سے حمد کا بند ملاحظہ فرمائیے۔ جو ان کے مرثیوں کا چہرہ ہے۔

یارب! حریص و ثروت نہیں ہوں میں
واقف ہے تو کہ بندہ نخوت نہیں ہوں میں
تو جانتا ہے طالب شہرت نہیں ہوں میں
آسودہ پھر بھی دل کی بدولت نہیں ہوں میں
دنیائے نامراد سے گو دل شکستہ ہوں (۲۶)
جذبات کے حضور مگر دست بستہ ہوں

نعت کا ایک بند ملاحظہ فرمائیے جو نفیسؔ کے مرثیوں کا چہرہ ہے۔

آستاں بوس در پاک محمد ہے فلک
آپ کے نور کا جلوہ ہے سما تابہ سمک
آپ کے در سے ہیں وابستہ جن و انس و ملک
حسن یوسف تو ہے سرکار کی صرف ایک جھلک (۲۷)
آپ کے سامنے اس طرح نبی سارے ہیں
جیسے خورشید کی نسبت ہے یہ سیارے ہیں

حضرت امام حسین کا دشمن کے سامنے اتمام حجت دیکھئے۔

سوچو تو کس نے حق کا دیا ہے تمہیں پیام
اور کس کے گھر میں آیا ہے اللہ کا کلام
لیتے ہو پنج وقتہ اذانوں میں کس کا نام
یہ کس کا کلمہ پڑھتے ہو تم لوگ صبح و شام
عشرت پہ کس کی ظلم روا جانتے ہو تم (۲۸)
دیکھو مجھے میں کون ہوں پہچانتے ہو تم

بنت رسول فاطمہ زہرا ہیں میری ماں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اُس کا پسر ہوں جس کے ثنا خواں ہیں
انس و جاں
یعنی علی، ولی خدا قاسم جناں
فرزند مجھ کو کہتے تھے سردار دوجہاں
سوچو تو دل میں اپنے مسلماں ہو یا نہیں (۲۹)
محسن پہ ظلم کرتے ہو انساں ہو یا نہیں

نفیسؔ فتح پوری نے جنگ کا منظر یوں پیش کیا ہے۔

سامنے ہی جو صفیں باندھے ہوئے تھا
لشکر
دفعتہ تیر چلانے لگا شہزادے پر
دھنس گئے فوج میں اب تول کے تلوار
اکبر
ہیبت شیر سے بزدل گرے غش کھا کھا کر (۳۰)
دیکھ کر تیغ جری کی، کوئی گھبرا کے
گرا
اسپ تازی کے سموں سے کوئی ٹکرا کے
گرا

کیا سبک گامئی تازی ہوا باندھی تھی
جست میں شیر کی مانند، تڑپ میں بجلی
ہر کنارے کے اشارے کے تکلف سے
بری
وہیں پہنچا نہ جہاں پہنچی نظر راکب کی
جس طرح چاہیے تھا، ویسے ہی رہوار (۳۱)
چلا
کبھی سیدھا تو کبھی صورت پرکار چلا

تلوار کی تعریف میں نفیسؔ فتح پوری نے بہت سے بند لکھے ہیں۔ یہاں وہ قدیم شعراء کا تتبع کرتے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ آغاؔ سکندر مہدی کا تتبع انہوں نے خوب کیا ہے صرف گھوڑے کی تعریف اور تلوار کی تعریف انہوں نے آغاؔ سکندر مہدی سے زیادہ کی ہے۔ تلوار کی تعریف کے صرف دو بند ملاحظہ فرمائیے۔

تیغ جس صف پہ چلی اُس کو وہیں صاف
کیا
سرخرو ہو گئی یوں کفر کا اتلاف کیا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

کام جس کا بھی کیا اُس نے بہ انصاف کیا
سر سے سینے میں گئی دو اُسے تاناف کیا
کس صفائی گلے مل کے نکل جاتی تھی (۳۲)
برش تیغ نے میدان لال کیا

سینے کو سر کو کاٹ کے سن نے نکل گئی
لاشوں سے رن کو پاٹ کے زن سے نکل گئی
دشمن کا خون چاٹ کے تن سے نکل گئی
نزدیکا بھی تھی گھاٹ کے بن سے نکل گئی (۳۳)
بجلی کی ایک تڑپ تھی کہاں تھی کدھر نہ تھی
سر مثل ہوش اُڑ گئے تن کو خبر نہ تھی

گھوڑے کی تعریف میں ایک بند ملاحظہ فرمائیے۔ ؎

شب ریز باد پا کو اشارے کی دیر تھی
ایسے اُڑا کہ رک کے ہوا دیکھنے لگی
ہیبت میں شیر ببر تھا، اور حسن میں پری
سم نشاں سے رن کی زمین کہکشاں بنی
مرکب تھا یا کرشمہ پروردگار تھا
کیسے نہ ہو حسینؑ کا یہ راہوار تھا (۳۴)

امام عالی مقام کا سراپا نفیسؔ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔
جو بنت مصطفیٰ کا دلارا ہے وہ حسینؓ
جو مرتضیٰ کی آنکھ کا تارا ہے وہ حسین
محبوب کبریا کا جو پیارا ہے وہ حسین
گیسوئے دیں کو جس نے سنوار ہے وہ حسین
خلاق کائنات کا پیغام رہ گیا (۳۵)
دم سے انہیں کے دہر میں اسلام رہ گیا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

حضرت علی اکبرؓ کا سراپا نفیسؔ ان الفاظ میں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

اسپ تازی پہ ہوئے جلوہ فگن یوں اکبرؓ
رونق افروز ہوں جس طرح علیؓ توسن پر
اللہ اللہ وہ جلال و چشم وہ تیور
پشت پر ڈھال لیے تیغ کئے زیب کمر
حسن سے صاف عیاں احمد مختارؐ کی شان (۳۶)
رعب و ہیبت میں وہی حیدر کرارؓ کی شان

حضرت امام حسینؓ اور حضرت علی اکبرؓ کی رخصت کا منظر نفیسؔ کے ہاں یوں ملتا ہے۔

زینب نے اپنے بھائی کی بڑھ کر بلائیں لیں
نہوڑا کے سر کو، رونے لگیں بانوئے حزیں
کہتی تھی بار بار سکینہ ''نہیں نہیں''
بابا نہ جائیے ہمیں آپ چھوڑ کر کہیں (۳۷)
سب مل کے روکتے تھے شہ مشرقین کو
فرض اس طرف پکار رہا تھا حسین کو

ماں پھوپھی، بہن تھیں حلقے میں لیے اکبرؓ کو
کہتی تھی بھائی سے معصوم سکینہؓ
چھوڑ کے ہم کو نہ اس طرح سے بھیا جاؤ
دیکھو وہ روتا ہے اصغرؓ کہ ہمیں گود میں لو (۳۸)
کیا یونہی چھوڑ کے ہم سب کو چلے جاؤ گے
واری، وعدہ تو کرو، خیر سے کب آؤ گے

امام عالی مقام کی میدان کربلا میں آمد کا نقشہ نفیس ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اب رزم گاہ پیش نظر تھی امام کے
اک فوج بے پناہ تھی تنہا کے سامنے
دیکھا کہیں تھے بھائی کے شانے پڑے ہوئے
دھبے کہیں زمین پہ اکبرؓ کے خوں کے تھے (۳۹)
اک اک قدم پہ کوہ الم سیدؑ راہ تھا
نور نظر کے داغ سے عالم سیاہ تھا

جب الوداع کہہ کے چلے شاہ کربلا
فضہ نے بڑھ کے پردہ خمیہ اٹھا دیا
دروازے کے قریب ہی تھا اسپ باوفا
خود جھک کے اپنی زین پر شہ کو بٹھا لیا
میدان کی سمت سبط رسول زمن چلے
راہ رضا میں باندھ کے سر سے کفن چلے (۴۰)

نفیسؔ فتح پوری نے دشمنوں کی صف بندی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

ادھر، میان سپاہ یزید بدانجام
ہے شغل بادہ گساری دور ساغر و جام
سر، دربادۂ نخوت میں کر رہی ہیں کلام
کہ دیکھیں گل کیسے ملتا ہے کس قدر انعام
کسی پہ منصب و دولت کی حرص ہے، غالب (۴۱)
کسی پہ رے کی حکومت کی حرص ہے، غالب

سوئے خیام حسینی کبھی چلا دئیے تیر
کبھی ہوا میں گھمانے لگا کوئی شمشیر
شراب پی کے ہیں مسرور و مست کوئی شریر
جیسے بھی دیکھئے، وہ بیجاہ مردہ ضمیر
نہ ربط دیں سے، نہ رشتہ کوئی شریعت (۴۲)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

سے
ہر اک شریر شقی، خارج آدمیت سے

مرثیے کے درج ذیل اشعار تو اپنی مثال آپ ہیں۔

عنبر کا ہے یہ چلن، اپنا یہ دستور نہیں
جنگ پانی پر چھڑے یہ ہمیں منظور نہیں (۴۳)

انکار سے حسین کے عالم بدل گیا
اسلام پر جو وقت پڑا تھا وہ ٹل گیا (۴۴)

شہ نے اکبر کو گلے پھر سے لگایا اک
بار (۴۵)
چومے پھر کانپتے ہونٹوں سے گلو و
رخسار

نفیسؔ نے شہادت امام حسینؓ اور شہادت حضرت عباسؓ علمدار کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

کانپتی زمین، خاک پہ سر آسماں ہوا
زہرا کا چاند، شام کی بدلی میں چھپ گیا
دنیائے بے ثبات میں اک حشر تھا بپا
سرخ آندھیوں میں چھپ گیا میدان کربلا
دریا کا سوز غم سے کلیجہ کباب تھا
کرب و الم سے زرد رخ آفتاب تھا (۴۶)

عجب یاس سے عباسؓ نے یہ شہ سے کہا
بھرا ہے آنکھوں میں خوں کچھ نظر نہیں
آتا
لرزتے ہاتھوں سے مولا نے خون صاف
کیا
جری نے کھول دیں آنکھیں دم اخیر آیا (۴۷)
وفا و عشق کی تکمیل کر گئے عباس
نظر حسینؓ پہ کی، اور گزر گئے عباس

ماتم و بین مرثیے کا آخری زوردار حصہ ہوتا ہے۔ نفیسؔ فتح پوری نے تقریباً تمام شہدائے کربلا کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے یہاں صرف حضرت امام حسینؑ اور حضرت علی اکبرؓ کی شہادت پر ماتم و بین کا منظر پیش کیا جاتا ہے۔ معصومین کے معصوم جذبات کی تصویر کشی ملاحظہ فرمائیے۔ ؎

آئے جب خیمے میں شہ بیٹے کا لاشہ لے کر
گر پڑی لاش پہ سر پیٹ کے بنت حیدرؓ
بے قراری سے پکاری کہ میرے لخت جگر
میرے چاند آنکھیں تو کھولو، اٹھو بیٹا اکبرؓ (۴۸)
غش پہ غش آتا ہے، دو مجھ کو سہارا اٹھو
اب کھڑی رہنے کا مجھ کو نہیں یارا اٹھو

نفیسؔ فتح پوری کے مطبوعہ چاروں مرثیوں میں ایک ایک بند ماتم کا ہے جو مرثیے کے اختتامی شعر ہیں۔ یہاں صرف ایک بند ملاحظہ فرمائیے۔ ؎

کہتی تھی پیٹ پیٹ کے سر وہ جگر فگار
بھیا حسینؑ، صبر پہ تیرے بہن نثار
عباسؓ آؤ، دیکھو تو بھائی کا حال زار
اماں، تمہارے باغ کی لوٹی گئی بہار
اصغرؓ، تم آؤ گھٹنوں چل کر کہاں گئے
بابا کو اپنے دیکھ لو، اکبرؓ! کہاں گئے (۴۹)

نفیس فتح پوری کے مطبوعہ چاروں مرثیوں میں ایک ایک بند دعا کا ہے جو مرثیے کے اختتامی شعر ہیں۔ یہاں صرف ایک بند ملاحظہ فرمائیے:۔

بس اے نفیسؔ غم سے ہر اک دل گداز ہے
ساکت وفور غم سے تصور کا ساز ہے
تو، اور مرثیہ کرم کارساز ہے
دیتا ہے تجھ کو زیب، جو کاوش پہ ناز ہے
انعام اس کا خواجہ قنبر سے پائے گا (۵۰)
محشر میں داد شافع محشر سے پائے گا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

حوالہ جات

۱۔ الطاف حسین حالی، ''مقدمہ شعر و شاعری''، لاہور: مطبوعہ کشمیر کتاب گھر، ۱۹۹۹ء، ص۱۶۴
۲۔ زین العابدین، ''شعر و ادب فارسی''، لالہ زار: مطبوعہ تابش تہران، سن ندارد، ص۴۷
۳۔ شبلی نعمانی، علامہ، ''موزانہ انیس و دبیر''، کراچی: مطبوعہ اردو اکیڈمی، ۱۹۶۲ء، ص۷
۴۔ عبدالسلام ندوی، ''شعر الہند''، اعظم گڑھ، مطبوعہ صارف پریس، ۱۹۵۴ء، ص۱۲۸
۵۔ حامد حسن قادری، ''مختصر تاریخ مرثیہ گوئی''، مطبوعہ ندارد، ۱۹۶۹ء، ص۱۷
۶۔ اسد اریب، ''اردو مرثیے کی سرگزشت''، لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، ۱۹۸۹ء، ص۹
۷۔ مجتبیٰ حسین، پروفیسر، ''مرثیہ اور عہد جدید'' مشمولہ جدید مرثیہ نگاری از سید وحیدالحسن ہاشمی، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت ، ۱۹۶۷ء،ص۱۸۴
۸۔ گوپی چند نارنگ، ''سانحہ کربلا بطور استعارہ''،لاہور: سنگ میلی پبلی کیشنز ، ۱۹۹۱ء، ص۲۰
۹۔ محمد حسن، ڈاکٹر، ''ادبی سماجیات کے نقطہ نظر سے مرثیے کا مطالعہ'' سہ ماہی ''رثائی ادب'' کراچی: اپریل ۲۰۰۲ء، ص۱۱
۱۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''وحیدالحسن ہاشمی کے مرثیے'' مشمولہ، العطس، جلد سوم، لاہور: الحبیب پبلی کیشنز ، ۱۹۹۸ء، ص۲۳۵
۱۱۔ اسد اریب، ڈاکٹر، ''اردو مرثیے کی سرگذشت'' (آغاز سے زمانہ حال تک)، لاہور: شرکت پبلی کیشنز پرنٹنگ پریس ، ۱۹۸۹ء، ص۲۰۸
۱۲۔ ماجد قریشی، ''دبستان بہاول پور''، بہاول پور: ادارہ مطبوعہ آفتاب مشرق ، ۱۹۹۴ء، ص۲۰۰
۱۳۔ اسد اریب، ڈاکٹر، ''اردو مرثیے کی سرگذشت'' (آغاز سے زمانہ حال تک)، لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس ، ۱۹۸۹ء، ص۲۰۵
۱۴۔ نفیس فتح پوری، ''افکار نفیس'' (عرض حال)، کراچی: ناظر پرنٹنگ پریس ، ۱۹۷۷ء، ص۹
۱۵۔ ایضاً، ص۲۱۹
۱۶۔ ایضاً، ص۲۴۷
۱۷۔ ایضاً، ص۲۶۸
۱۸۔ ایضاً، ص۲۶۰

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

۱۹۔ ایضاً، ص۲۰۹
۲۰۔ ایضاً، ص۱۹۴
۲۱۔ ایضاً، ص۲۱۰
۲۲۔ ایضاً، ص۲۲۱
۲۳۔ ایضاً، ص۲۴۱
۲۴۔ ایضاً، ص۲۲۰
۲۵۔ راقم الحروف کا استفسار از اسد اریب، ڈاکٹر، گل گشت کالونی ملتان، تاریخ ۵ مئی ۲۰۰۵ء۔ وقت ۱۲ بجے دن
۲۶۔ نفیسؔ فتح پوری، ''افکار نفیس''، ص۱۹۳
۲۷۔ ایضاً، ص۲۴۱
۲۸۔ ایضاً، ص۲۳۱
۲۹۔ ایضاً، ص۲۳۱
۳۰۔ ایضاً، ص۲۵۷
۳۱۔ ایضاً، ص۲۵۷
۳۲۔ ایضاً، ص۲۵۷
۳۳۔ ایضاً، ص۲۳۳
۳۴۔ ایضاً، ص۲۳۲
۳۵۔ ایضاً، ص۲۱۸
۳۶۔ ایضاً، ص۲۵۴
۳۷۔ ایضاً، ص۲۰۹
۳۸۔ ایضاً، ص۲۵۳
۳۹۔ ایضاً، ص۲۱۰
۴۰۔ ایضاً،ص۲۵۳
۴۱۔ ایضاً، ص۲۴۹
۴۲۔ ایضاً، ص۲۷۰
۴۳۔ ایضاً، ص۲۴۷
۴۴۔ ایضاً، ص۲۱۹
۴۵۔ ایضاً، ص۲۵۸
۴۶۔ ایضاً، ص۲۱۲
۴۷۔ ایضاً، ص۲۷۷
۴۸۔ ایضاً، ص۲۶۲
۴۹۔ ایضاً، ص۲۳۹
۵۰۔ ایضاً، ص۲۱۳